

پاکستانی گرو

برائن Brian Benjamin اسی سال بعین 2022 اپریل تک نیویارک شہر کا لیفٹینٹ گورنر تھا۔ حد درجہ کامیاب سیاہ فام سیاست دان جو صرف پتنا لیس برس کی عمر میں دنیا کے سب سے متول ترین شہر کے اہم ترین عہدے پر پہنچ چکا تھا۔ اس کا سیاسی مستقبل تابنا ک نظر آ رہا تھا۔ 2022 میں ایک معمولی سی اقتصادی لاپرواہی اس کے روشن مستقبل کو ہمیشہ کے لیے برباد کر گئی۔ معمولی سی کا لفظ قصد استعمال کیا ہے۔ کل پچاس ہزار ڈالر کے سرکاری فنڈ کی مبینہ طور پر ذاتی سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش۔ تقریباً سوا کروڑ پاکستانی روپے کے برابر قدم۔ غور سے سینے بلکہ دل تھام کر ملا خطر فرمائے۔ 2019 میں برائن اپنے شہر کی سینیٹ کا لیکشن ٹرر رہا تھا۔ اس کا تعلق ہارلم سے ہے جو نیویارک کا کافی پسمندہ علاقہ ہے۔ امریکا میں ہر سطح کے لیکشن کے لیے عام لوگوں کمپنیوں اور کار پوریشنوں سے چندہ لیا جاتا ہے۔ صدارت کے چناؤ سے لے کر چھوٹے ترین عمومی عہدے کے لیے چندہ ایک قانونی ضابطہ بن چکا ہے۔ ہارلم کے سرکاری اسکولوں کا حال کافی خستہ تھا۔ ان میں بچوں کے لیے مختلف ضروریات دوسری درسگاہوں سے کافی کم تھیں۔ چنانچہ ریاستی اسمبلی نے ایک قانون پاس کیا کہ سیاست دانوں کو صوابدیدی فنڈ مہیا کیے جائیں۔ جن کے ذریعے اپنے حلقوں میں اسکول کالج اور دیگر فلاجی کام کر سکیں۔ اس میں ایک شرط رکھی گئی۔ اگر مقامی سیاست دان ایک ڈالر کا چندہ لاتا ہے تو ریاست اسے آٹھ ڈالر دے گی۔ یعنی اکٹھے کیے گئے پیسوں میں آٹھ سو فیصد میچنگ گرانٹ مہیا کی جائے گی۔ نیویارک کی اسمبلی نے برائن کے لیے پچاس ہزار ڈالر کے صوابدیدی فنڈ منظور کیے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی غیر قانونی بات نہیں تھی۔ دیگر مقامی سیاست دانوں کی طرح برائن بھی اس گرانٹ کا قانونی حقدار تھا۔ مگر اس کے آگے جو ہوا وہ حد درجہ دلچسپ اور عبرت ناک ہے۔

مگذول (Migdal) ہارلم کے اندر ایک ڈولپر تھا۔ اس نے ایک این جی او بھی بنا رکھی تھی جو خراب حال اسکولوں کے لیے چندہ اٹھا کرتی تھی اور پھر اس سرمائے سے اسکولوں کو درست حالت میں لاتی تھی۔ برائن نے اپنے صوابدیدی فنڈ مگذول کی این جی او کے حوالے کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس راست قدم کی حد درجہ پذیری ہوئی۔ مگر یہاں برائن ایک مہیب غلطی کر گیا۔ ڈولپر سے فرماش کی کہ وہ ڈونیشن کے عوض اسے چھوٹا موٹا چندہ بذریعہ چیک فراہم کرے۔ مگذول نے اپنے رشتہ داروں کی طرف سے تین چیک فراہم کیے۔ جن کی مجموعی مالیت پچیس ہزار ڈالر بتی تھی۔ برائن نے مگذول کویہ بھی کہا کہ چندے کی رقم کو حد درجہ معمولی رکھے۔ یعنی دس بارہ ہزار ڈالر سے اوپر نہ جائے اور ہر باری کسی مختلف آدمی کے دستخط سے جاری کیا جائے۔ مگر پچیس ہزار ڈالر کے بعد مزید چندہ دینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حکومتی ذرائع کو ڈولپر اور برائن کے تعلقات کے بارے میں تھوڑے سے شکوک تھے۔ ان کا گمان تھا کہ مگذول جو بھی چندہ دے رہا ہے۔ دراصل وہ اس صوابدیدی فنڈ کے عوض ہے جو سرکاری طور پر اسے ہارلم کے اسکول ٹھیک کرنے کے لیے دیے جا رہے ہیں۔ اسی بنیاد پر جب تحقیقات شروع ہوئیں۔ تو شک درست نکلا۔ معلوم ہوا کہ برائن نے صوابدیدی فنڈ زکوپنی سیاسی ضرورت کے تحت مخصوص کاروباری شخص کو دیے ہیں۔ اس کے بعد یہ معاملہ قیامت خیز بن گیا۔ تحقیقاتی اداروں کی روپورٹ جب میڈیا میں آئی تو برائن کے سیاسی کیریئر کی دھجیاں اڑ گئیں۔ اسے حد درجہ کر پڑتے سیاست دان تباہی گیا جس نے جرات کی کہ وہ نیک ادا کرنے والوں کے پیسے اپنی ذاتی سیاسی منفعت پر خرچ کرے۔ برائن کے صوابدیدی فنڈ نجمد کر دیے گئے۔ مگذول کی طرف سے چندے کی رقم بھی باطل قرار دی گئی۔ برائن کو گرفتار کر لیا گیا۔ نیویارک کے گورنر نے تحقیقات کے آغاز میں برائن سے استغفار لے لیا۔ بہر حال اس وقت مقدمہ نیویارک کی مقامی عدالت میں زیر سماحت ہے۔ مگر یہاں ایک اور نکتہ حد درجہ اہم ہے۔ پچاس ہزار ڈالر کی صوابدیدی سرکاری رقم اور پچیس ہزار کے امدادی چیک قطعی طور پر کیش نہیں ہوئے۔ یعنی عملی طور پر سرکار کو ایک دھیلے کا نقصان نہیں ہوا۔ اور برائن کو ایک ٹکا بھی چندہ نہیں ملا۔ صرف اس مالیاتی ذاتی فائدہ کی کوشش نے نیویارک کے لیفٹینٹ گورنر کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے قید کروادیا۔ اس کا سیاسی کردار ہمیشہ کے لیے بندگی میں داخل ہو گیا۔ یہی وہ سیاست کی اعلیٰ روایات ہیں جن کی بدولت امریکا آج دنیا کی سپر پاور ہے۔ اور ہمارے جیسے ذہنیت کے ملک اپنی بے اعتمادیوں کی بدولت در بر ہیں۔ انسان تو امریکا اور پاکستان میں بالکل ایک جیسے ہیں۔ مگر شاید غلط لکھ گیا۔ بقول منیر نیازی مجھے تو لا ہو جیسے شہر میں دور دور تک انسان نظر نہیں آتے۔ یہ معمولی سے پلاسٹک کے بننے ہوئے شاختی کارڈ ہیں جو صرف سانس لے رہے ہیں۔ قیامت یہ ہے کہ یہ سانس لینے کو زندہ رہنا گردانتے ہیں۔ جب ہمارے دانشوروں اور مذہبی رہنماؤں کی اکثریت مغربی دنیا کے لئے لیتے ہیں۔ تو عجیب سالگرتا ہے۔ بلکہ تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں تو ایماندار ترین نظر آنے والی این جی او ز کامیاب رہن ہیں۔ ان کے سربراہان کے ٹھانٹھ بانٹھ دیکھ کر آپ دنگ رہ جاتے ہیں۔ کروڑوں روپے کی گاڑیاں پیش قیمت گھر اور قیمتی کپڑوں سے مزین یہ عام لوگوں سے چندہ لوٹنے نظر آتے ہیں۔ چند این جی او ز کے سربراہان نے سرکاری فنڈ سے اتنے فرماڈ کر رکھے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ مگر میڈیا اور معاشرہ انھیں دیوتا بنا کر پیش کرتا ہے۔ خیر اپنے موضوع پروپاپس آتا ہوں۔ برائن کی مبینہ ناکمل کر پش کو ذرا ہمارے ملکی جفادی سیاست دانوں کے پس منظر میں ملاحظہ کریں۔ نیویارک کا برائن فرشتہ نظر آئے گا۔ مگر صاحبان! صرف سیاست دانوں کو دو ش دینا بالکل غلط ہے۔ سرکاری ملازمین کی اکثریت ریاستی اداروں کے اہلکار اور سربراہان اس گھنگی میں نہایتی رہے بلکہ خاندان سمیت تیرا کی کر رہے ہیں۔ آپ ان سے ذرا پوچھنے کی ہست تو کریں۔ فور آپ کو طلن دشمن ہندوستان کا ایجنسٹ اور یہودی لا بی کا حصہ بنادیا جائے گا۔ پنجاب میں تو مالیاتی کر پش پر ہلکا پچھلا سرکاری ایکشن بھی کبھار ہو ہی جاتا ہے۔ مگر سنده کے پی اور بلوچستان میں حالات ہماری توقع سے بھی زیادہ خراب ہے میں ہیں۔ یاد کرو اتا چلوں۔ اسلام آباد میں ہر صوبہ کے اپنے اپنے ریسٹ ہاؤس ہیں۔ ان میں وزراء اعلیٰ گورنر اور وزراء کے بلاک قدرے بہتر ہیں۔ ہر ریسٹ ہاؤس میں ایک منتظم جسے کمٹر ول کہا جاتا ہے۔ سرکاری طور پر تعینات ہوتا ہے۔ چند برس پہلے ایک سرکاری رہائش گاہ سے کئی گلوسوں کی سلاخیں برآمد ہوئیں تھیں۔ سرکاری اہلکار نے بیان بھی دیا کہ اس کی تخلوہ تو چند ہزار روپے ہے اور یہ سونا ایک صوبے کی اہم شخصیت کا ہے۔ مگر کیونکہ ہمارے ملک میں قانون اندھا ہے۔ لہذا کچھ بھی نہیں ہوا۔ دو چار دن میڈیا پر شور و غوغہ ہوا۔ اور پھر خاموش اسیسا سکوت تو آج تک جاری ہے۔ حال ہی میں نیب کے قوانین تبدیل کیے گئے ہیں۔ شخصی فائدہ کی ایسی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ جن پر ازالمات تھے وہ بڑے آرام سے قانون کے شکنے سے باہر نکل آئے۔ چند سیاست دانوں نے میڈیا میں اپنے ہمو اپیدا کیے ہیں۔ چنانچہ چند صحافی و اینکر جو دس بارہ سال پہلے شکر قدمی کی دکان لگاتے تھے سائیکلوں اور موٹر سائیکلوں پر تھے آج کروڑ پتی نہیں بلکہ ارب پتی ہیں۔ اگر ان سے آمدنی کا ذریعہ پوچھیں تو آزادی رائے پر زد پڑنے کا ایشو رچایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر آپ قانونی فیصلوں میں واضح تضادات پر گفتگو فرمائیے۔ تو آپ پر تو ہیں عدالت کا قانون لگنے کا بھر پورا مکان ہے۔ بالکل اسی طرح آپ چند مذہبی رہنماؤں سے ان کی آمدنی اور جائیداد کے متعلق کوئی سچا سوال کریں تو ہو سکتا ہے کہ آپ کو دین کے دائے ہی سے خارج کر دیا جائے۔ اہل خرد! ہمارے ہاں آؤے کا آواہی نہیں بگڑا ہوا۔ بلکہ ہم بقول امریکی صدر دنیا کا سب سے خطناک ملک ہیں۔ ضعیف امریکی صدر کی بات شاید آپ کو بہت بڑی لگی ہو۔ مگر کیا یہ مکمل طور پر سچ نہیں ہے۔ ہمارا پورا معاشرہ ریاستی اور غیر ریاستی جبر پر قائم ہے۔ انصاف ہر سطح پر براۓ فروخت ہے۔ قانون کے متعلق جتنی کم بات کی جائے بہتر ہے۔ قطعاً ایک منقی تصویر پیش نہیں کر رہا۔ مگر جو ظلم اور مصائب ہیں انھیں حقیقت کے آئینے میں دیکھا اور دکھارا ہوں۔ برائن تو احمد تھا کہ معمولی سی کر پش پر در بدر ہو گیا۔ اسے واقعی کسی پاکستانی گرو کی ضرورت تھی؟